احمدی اپنے اندرونی تعلقات کو مثالی بنائیں بنی نوع انسان پر اسلام کے غلبے کے لئے یہی تیاری ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 /اکتوبر 1994ء بمقام کیلگری، کینیڈا)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

چند ماہ پہلے جب مجھے کینیڈا آنے کی توفیق ملی تو صرف مشرقی کینیڈا کا دورہ تھا۔ٹورانٹو چونکہ جماعت کا مرکز ہے اس لئے وہیں تک دورہ محدود رہا اور مغربی کینیڈا کا کوئی پروگرام نہیں بن سکا۔اس دفعہ جب امریکہ کا پروگرام بنا تو ہمارے ایک دوست نے جو پہلے کینیڈا رہتے تھے اب امریکہ جا چکے ہیں، انہوں نے مجھے اس سے پہلے ایک وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے جیسپر پارک میں کچھ دن ذاتی طور پر الگ ٹھہرنے کا ایک دفعہ ذکر کیا تھا اور میں نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ آپ میرے مہمان ہوں گے، تو اب آپ کو میں وہ یاد دلاتا ہوں۔ یہ پیغام مجھے کسی ذریعے سے ملا کہ اگر ہو سکے تو جیسپر پارک کا دورہ اس دفعہ رکھ لیا جائے پس وہ ذاتی دورہ جو جیسپر پارک کا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس پہلو سے بہت مبارک کر دیا کہ کینیڈا ہی کے مغربی حصے میں دو جمعے پڑھنے کی توفیق ملی ہے ایک جمعہ ایسی جگہ پڑھا گیا جہاں Vencover کی تقریباً تمام جماعت شامل ہوئی اور اس کے علاوہ Settel کی جماعت کی بھی بھاری نمائندگی وہاں تھی لیکن وہ پڑھا گیا کینیڈا کے ساحل میں، کینیڈا کی سرزمین میں یعنی بارڈر کراس کرنے کے بعد اور دوسرا جمعہ آج یہاں Calgary میں پڑھنے کی توفیق مل رہی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ وقت محدود ہونے کی وجہ سے آپ کی اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کا موقع

نہیں مل سکتا۔ یعنی انفرادی، تفصیلی، ذاتی اور فیملی ملاقاتیں ممکن نہیں ہیں۔ چونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ سب سے مل سکتے، اگر ایسا کرتے تو مل بیٹھ کر جو اجتماعی گفتگو ہے اس کا وقت نہیں ملنا تھا۔ اس لئے میں نے امیر صاحب سے یہ درخواست کی کہ چند ایسے استثناء جو بعض دفعہ کرنے پڑتے ہیں ان کے سوا ذاتی اور فیملی ملاقاتیں نہ رکھی جائیں۔ اس لئے آج کا پروگرام یہ ہوگا کہ جمعہ کے بعد ہم ایک کسی ذاتی گھر میں جہاں پہلے سے انتظام ہے وہاں کچھ عرصے کے لئے جائیں گے۔ پھر پانچ بجے ہمارا باقاعدہ دوسرا جماعتی پروگرام شروع ہوگا اور پانچ بجے ایک گھنٹہ کی ملاقاتیں ہیں وہ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے استثنائی صورت میں ہیں بعض ایسی علامتیں ہیں جن سے میں پہلے بھی وعدہ کر چکا تھا اور موقع پر مجھے یاد دلایا گیا اس لئے یہ مجبوری تھی اور بعض اور مصلحتوں کے پیشِ نظر جو جماعتی مصلحتیں بھی ہیں ملاقاتیں رکھنی پڑتی ہیں۔ کسی کو مقامی انتظامیہ سے یا امیر صاحب سے شکوے کا محل نہیں ہے۔ یہ مناسب نہیں ہوگا کہ لوگ کہیں کہ فلاں کی کروادی اور فلاں کی نہیں کروائی۔ جو کچھ بھی ہوا ہے میری ہدایت پر مشورے کے بعد اور میری اجازت سے ہوا ہے اس لئے اس بحث کو بے وجہ نہ چھیڑیں کہ کس کو موقع ملنا چاہئے تھا اور نہیں مل سکا۔ ہاں اجتماعی ملاقات کے لئے انشاء اللہ چھ بجے وقت رکھا گیا ہے چھ سے لے کر ساڑھے سات تک انشاء اللہ ہم اکثر حصہ مردوں میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ جس نے اپنا تعارف کروانا ہوا اسے موقع ملے گا۔

بہت سے ایسے احمدی دوست ہیں جو پاکستان سے یا کسی اور کینیڈا کے حصے سے اس علاقے میں میرے گزشتہ دورے کے بعد آئے ہیں اور ان سے جو خصوصاً پاکستان سے آئے ہیں ان سے تو دس گیارہ سال سے بعض سے بارہ سال سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ان میں بھی آگے پھر مختلف قسمیں ہیں۔ جب ملاقات کے خواہشمندوں کی فہرست دیکھ رہا تھا میں نے امیر صاحب سے کہا کہ جب میں پاکستان ہوتا تھا تو بعض ان میں سے ایسے ہیں جب وہاں بھی ان کو ملنے کی خواہش نہیں ہوئی تو اب کینیڈا کا کیوں زائد حق تسلیم کیا جائے۔ اس لئے جو پرانے سلسلے سے گہرا تعلق رکھنے والے خدام ہیں، کاموں میں پیش پیش ہیں اور جماعتی خدمت کی وجہ سے حق رکھتے ہیں ان کو بہر حال فوقیت ملنی چاہئے۔ لیکن کم کرنے کے باوجود پھر بھی فہرست اتنی لمبی بن گئی تھی کہ تین گھنٹے میں بھی وہ چیدہ چیدہ ناموں کے ساتھ فیملی ملاقاتیں ممکن نہیں تھیں۔ یہ تو معذرت کا حصہ ہے انشاء اللہ باقی ملاقات چھ بجے اجتماعی طور پر ہم اکٹھے بیٹھیں گے اور آپ کو موقع ملے گا جو دوست بعد میں آئے ہیں وہ کھڑے ہو کر اپنا تعارف کروا

سکتے ہیں اور اس طرح آمنے سامنے بیٹھ کر سب سے اجتماعی گفتگو ہو جائے گی۔ امیر صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد چند منٹ کے لئے خواتین میں بھی جانا ہوگا کیونکہ بہت سی خواتین ایسی ہیں جو بعد میں تشریف لائی ہیں ان کو بھی خواہش ہوگی کہ ان سے بھی گفتگو ہو جائے یہ تو حصہ ہے معذرت والا۔

اب میں اس سلسلہء مضمون کی طرف لوٹتا ہوں جس پر میں کچھ عرصے سے خطبات دے رہا ہوں۔ ایک لمبے عرصے تک میں نے عبادات کے موضوع پر خطبے دیئے۔ ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ان کی انسانی زندگی میں اہمیت کو واضح کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلقات درست کئے بغیر اس زندگی کا کوئی بھی مقصد نہیں رہتا۔ محض جانوروں کی طرح زندہ رہ کر، کھا پی کر مر جانا ہے اس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں اور یہی فرق ہے انسان اور حیوان میں کہ انسان کو وہ استعدادیں بخشی گئی ہیں، وہ نور فراست عطا کیا گیا ہے جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ سے ایک باشعور رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ ویسے تو ہر مخلوق کا خدا سے ایک رابطہ ہے اور کوئی مخلوق خواہ آپ اسے بے جان سمجھیں بے شعور سمجھیں اللہ سے رابطے سے عاری نہیں ہے اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق جسے ہم نہیں سمجھ سکتے اللہ کی حمد کرتی ہے۔ لیکن انسان اور باقی مخلوقات میں فرق یہ ہے کہ انسان وہ استعدادیں رکھتا ہے جس سے خدا تعالیٰ سے باشعور تعلق قائم کر سکتا ہے جیسے انسان کا انسان سے تعلق ہوتا ہے۔ یہ لمبا سلسلہ ہے جس کو انشاء اللہ جب نارتھ امریکہ میں ٹیلی ویژن کا کام جاری ہو جائے گا تو پھر ہم مناسب وقت میں سلسلہ وار دوبارہ شروع کریں گے کیونکہ آپ میں سے بھاری اکثریت ایسی ہے جو وہ خطبے نہیں سن سکی، ان کے لئے ممکن نہیں تھا لیکن وہ ضرورت بہت ہے کیونکہ اللہ سے تعلق استوار کئے بغیر انسان سے صحیح معنوں میں تعلق استوار نہیں ہو سکتے۔ تو یہ جو حصہ ہے یہ تو آپ آئندہ انشاء اللہ ایک دو ماہ کے اندر سلسلہ وار سن سکیں گے لیکن آج کل میں جس موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں وہ انسانوں سے انسانوں کے تعلقات کا مضمون ہے جس کا گہرا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ساتھ ہے۔

ایک انسان جو خدا سے تعلق رکھتا ہے اس کے خدا سے تعلق کے حالات تو اکثر ہم پر پوشیدہ رہتے ہیں لیکن خدا سے تعلق کے نتیجہ میں وہ بنی نوع انسان سے جیسے تعلقات رکھتا ہے وہ ہمیں دکھائی دینے لگتے ہیں اور وہ ایک ایسی چیز ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔ اور وہی معاملات ہیں جن سے انسان کا باخدا یا بے خدا ہونا معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ان تعلقات سے وہ رسمی تعلقات مراد نہیں جو مہذب

قوموں میں تہذیب کے نام پر جاری ہیں بلکہ وہ تعلقات مراد ہیں جو ایک باخدا سب سے بڑے باخدا، برگزیدہ انسان حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اپنے اللہ سے تعلق کے نتیجہ میں سیکھے۔ اور خدا کی محبت کے نتیجے میں خدا کی مخلوق سے جو طبعی محبت پیدا ہوئی اور اس محبت کے جو تقاضے تھے وہ آپؐ نے نہ صرف خود ادا فرمائے بلکہ ہمیں بھی سکھایا کہ اگر تم باخدا ہو تو یہ کچھ کرنا ہوگا آپس کے تعلقات کو اس طرح درست کرنا ہوگا۔ ان تعلقات کی کمی بسا اوقات جماعت میں بھی نظر آتی ہے اور اس انسانی تعلق میں رخنوں کی وجہ سے مجھے ان کی عبادت میں رخنے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ محض یہ کہنا کہ یہ انسانی تعلقات کی خرابیاں ہیں درست نہیں ہے۔ جس کے تعلقات اللہ سے درست ہوں اس کے انسانی تعلقات ہموار ہو جاتے ہیں اور ان میں بہت کم رخنے دکھائی دیتے ہیں بعض دفعہ رخنے دکھائی دیتے ہیں تو دیکھنے والے کی آنکھ کا قصور ہوتا ہے اور اس کی ٹیڑھی نظر ایک باخدا انسان کے انسانی تعلقات کو ٹیڑھا دیکھنے لگتی ہے۔ جیسا کہ بعض اندھے اور دشمن اسلام آنحضرت ﷺ کے انسانی تعلقات پر بھی حرف رکھنے لگتے ہیں۔ پس مراد یہ نہیں کہ ٹیڑھی آنکھوں والوں کو بھی یہ تعلقات درست دکھائی دیتے ہیں۔ عام سرسری نظر میں انسان جو تقویٰ کے اعلیٰ مدارج نہ بھی طے کر سکا ہو اگر معمولی انصاف کی نظر سے بھی دیکھے تو اسے خدا والوں کے تعلقات میں کوئی رخنہ دکھائی نہیں دے گا۔

پس اس پہلو سے میں جماعت کی تربیت کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ جب تک ہم بحیثیت احمدی مسلم اپنے اندرونی تعلقات کو مثالی نہ بنالیں اس وقت تک ہم بنی نوع انسان پر اسلام کے غلبے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اسلام کا غلبہ جو محض نظریاتی غلبہ ہو، جو کوئی اخلاقی انقلاب برپا نہ کر سکے، جو کوئی روحانی تبدیلی پیدا نہ کر سکے وہ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہے اور کبھی حضور اکرم ﷺ نے ایسے غلبے کی کوئی پیش گوئی نہیں فرمائی لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمام انسانوں پر اس مذہب کو غالب فرما دے گا۔ **فرمایا محمد رسول اللہؐ کو تمام ادیان پر غالب فرما دے گا یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق، محمد رسول اللہ ﷺ کا رہن سہن، آپؐ کا بود و باش، آپؐ کی طرز معاشرت، آپؐ کے بنی نوع انسان سے تعلقات، آپؐ کے خدا تعالیٰ سے تعلقات ہر دوسرے دین پر غالب آجائیں گے۔** اس کے لئے ضروری ہے کہ احمدی ایک ایسا خوب صورت آسمانی معاشرہ قائم کریں جس میں وہ جہاں جہاں بھی ہوں دنیا کو جزیروں کی طرح دکھائی

دینے لگیں۔ ایسے جزیروں کی طرح جوان میں رہتے ہوئے بھی ان سے الگ ہوں اور نہایت دلکش اخلاقی مناظر پیش کرتے ہوں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس مضمون میں جو متفرق نصائح ہیں ان میں سے بعض کا انتخاب میں پہلے کر چکا ہوں، بعض کا آج کے خطبے کے لئے انتخاب کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمائی اور بخاری سے لی گئی ہے فرمایا اس کی طرف دیکھو جو تم سے کم درجے کا ہے، کم وسائل والا ہے، اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر اور اچھی حالت میں ہے یہ شکر کا ایک انداز ہے۔

اب یہ بہت ہی مختلف الفاظ میں بہت گہری نصیحت ہے بہت سے انسانی تعلقات کے رخنے اس نصیحت کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اول تو یہ غور طلب بات ہے کہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے سے نیچے لوگوں کو دیکھتے ہیں مگر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اپنے سے اوپر لوگوں کو دیکھتے ہیں مگر حسد کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ اپنے سے نیچے کو دیکھو اور اوپر کو نہ دیکھو۔ یہ کیوں نہ فرمایا کہ اپنے سے نیچے کو دیکھو تو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ محبت سے دیکھو۔ دوسری جگہ فرمایا ہے یہاں یہ نہیں فرمایا۔ اگر آپ غور کریں تو اس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی بے حد گہری فراست کی روشنی ملتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو شخص نیچے دیکھے اور حقارت سے دیکھ رہا ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ اوپر حسد سے نہ دیکھے کیونکہ جو نیچے حقارت سے دیکھ رہا ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ اوپر حسد سے نہ دیکھے کیونکہ جو نیچے حقارت سے دیکھتا ہے اس کو یہ برداشت ہی نہیں ہو سکتا کہ اس سے اوپر بھی کوئی خوش حال انسان ہے۔ پس 'اوپر نہ دیکھے' نے اس مضمون کے ایک طرف کو ایسا قطع کر دیا ہے کہ دوسرے حصے پر اس کی بہت ہی عمدہ روشنی پڑتی ہے اور ساری بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اپنے سے نیچے دیکھو اور اوپر نہ دیکھو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو حسد کا مادہ رکھتے ہیں جو کسی کی خوشحالی سے جلتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اپنے سے کم تر لوگوں کی ضرورتوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور ان سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی طرف نہ دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر نظر ڈالیں گے تو حقارت کی نظر ڈالیں گے ورنہ ان کی پرواہ ہی کوئی نہیں کہ نیچے کون لوگ ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو تو نیچے کی طرف دیکھو اور اوپر نہ دیکھو اس سے شکر پیدا ہوتا ہے۔ اوپر اگر انسان دیکھتا رہے اور ان لوگوں کو دیکھے جو ان سے بالا ہیں ان کو خدا نے دولتیں اور

دوسرے انعامات زیادہ عطا کئے ہیں یا ذہنی اور قلبی صلاحیتیں زیادہ بخشی ہیں تو ایسے شخص کی زندگی ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتی ہے اور ہمیشہ ناشکری کے خیالات دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے یہ دیا، مجھے نہیں دیا، اس نے یہ اپنے ذرائع سے حاصل کر لیا اور میں نہیں کر سکا، تو ساری زندگی میں ایک تلخی گھولی جاتی ہے لیکن ایک انسان اگر نیچے کی طرف دیکھنے کا رجحان رکھتا ہو تو وہ لوگ جو اس سے کئی طرح سے کم تر ہیں، ذہنی لحاظ سے کم تر ہیں یا جسمانی استعدادوں کے لحاظ سے کم تر ہیں یا مالی استعدادوں کے لحاظ سے کم تر ہیں، رہن سہن اور دنیا کے دیگر آرام کے ذرائع میں وہ نسبتاً کم تر ہیں تو اس کی توجہ ان کے لئے ہمدردی اور احسان کے زاویہ سے ہوگی اور حقارت کے زاویہ سے نہیں ہو گی کیونکہ اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے شکر کی شرط لگا دی ہے کہ یہ میں تمہیں شکر کا طریق سکھا رہا ہوں۔ پس جو شخص اپنے سے کم تر کو دیکھے وہ ہمیشہ شکر میں مبتلا رہے گا کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مجھے یہ بھی میسّر ہے اور وہ بھی میسّر ہے اور ان ان صلاحیتوں میں مَیں اس سے بہتر ہوں۔ پس اس پہلو سے اگر آپ دنیا میں تمام معذوروں اور مجبوروں کو دیکھیں یا غریبوں کو دیکھیں یا مظلوموں کو دیکھیں تو آپ کے اندر ہمیشہ یہ احساس تشکر زندہ رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتوں سے بہتر انعام عطا فرمائے ہیں جن کے آپ حق دار نہیں تھے، جو آپ نے کمائے نہیں ہیں کیونکہ اگر آپ اپنے آپ کو حق دار سمجھیں اور یہ یقین کریں کہ یہ کچھ آپ نے کمایا ہے تو پھر شکر کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ع سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے (درثمین: 36)

بہت پیارا شعر ہے اور اسی مضمون پر روشنی ڈال رہا ہے کہ وہ شخص جو یہ سمجھتا ہو کہ جو کچھ بھی ملا ہے اللہ کی نعمت ہے اور اس کی مرضی ہے وہ مالک ہے جتنا چاہے دے اسی پر ہم راضی رہیں اور پھر یہ یقین کریں کہ یہ ہماری محنت یا حق کے نتیجے میں نہیں ہے بلکہ عطا کے نتیجے میں ہے تو ایسے انسان کی زندگی غربت اور تکلیف میں بھی سنور جاتی ہے۔ اور اس کا روزمرہ کا اپنے ماحول سے برتاؤ اور ان سے اٹھنا بیٹھنا اور ملنا جلنا ایک شکر گزار بندے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اپنے سے کم تر سے وہ جب ملتے ہیں تو احسان کے ساتھ ملتے ہیں اور جو شکر گزار ہو اور یہ سمجھے کہ میرا حق نہیں تھا مجھے عطا کیا گیا ہے۔ وہ جو محروم ہیں ان کے لئے ان کے دل میں زیادہ ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور ان کے لئے خرچ کرنے پر تیار

رہتے ہیں اگر یہ نہ کرسکیں تو ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور ان سے شرمندہ رہتے ہیں کہ یہ جوان کو نہیں ملا اور مجھے ملا ہے، اگر میں حق دار نہیں تھا تو پھر لازم ہے کہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کروں اور ان کی تکلیفوں کو کم کروں اور ان کی خوشیوں میں اپنی خوشیاں شریک کردوں۔ یہ وہ مضمون ہے جو بڑا وسیع ہے اس مضمون پر بعض دفعہ میں نے پورے خطبات صرف کئے ہیں لیکن اتنا گہرا اور تفصیلی وسیع مضمون ہے کہ اس کا ایک دو خطبوں سے حق ادا نہیں ہوسکتا۔

بہر حال حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں بہت ہی گہری فراست ہے اور تمام انسانی نفسیات کا نچوڑ ہے۔ اگر آپ اس پر عمل نہیں کریں گے تو اس وقت جو باقی دنیا کا حال ہے وہی حال جماعت کا ہوجائے گا وہ سب ایک دوسرے سے اموال میں بڑھنے کی کوشش کررہے ہیں اور یہ کوشش حسد کے نتیجے میں ہے ایک دوسرے کو اچھا دیکھ نہیں سکتے اور یہ حال جب معاشرے میں ہوجائے تو گھر گھر آپس میں بٹ جاتے ہیں۔ جس بلا کا نام ہمارے ملک پنجاب میں شریکہ رکھا جاتا ہے، یہ وہی بلا ہے جو ایک دفعہ وارد ہوجائے تو گھروں کو اجاڑ دیتی ہے اور پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ایک خاندان کا حصہ ہے وہ نسبتاً غریب ہے دوسرا خاندان ہے اللہ تعالیٰ نے دوسرے حصے پر نسبتاً زیادہ نعمت عطا فرما رکھی ہے تو ان کو دیکھتے ہیں اور آگ لگ جاتی ہے کہ یہ کیوں ہم سے اچھے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں اور شریکے کی دشمنیاں کئی قسم کے بدرنگ اختیار کرلیتی ہیں، رشتے اجڑ جاتے ہیں۔ آپس میں تعلقات کے نتیجے میں یعنی دنیاوی تعلقات کے نتیجے میں بعض رشتے بھی کرنے پڑتے ہیں اور وہ رشتے نعمت کی بجائے عذاب بن جاتے ہیں۔ پس یہ بہت ہی بڑی ہلاکت ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے اس نصیحت کے ذریعے ہمیں بچالیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان تمام قوموں میں، ان تمام خاندانوں میں جن میں یہ وبا موجود ہے، یہ بلا آپڑی ہے کہ وہ اچھے کو اچھا نہیں دیکھ سکتے، وہ اس نصیحت کو سن کر اس پر عمل کرکے اپنی زندگی میں انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں گے، اپنے سے نیچے کو دیکھیں گے ان سے ہمدردی کا سلوک کریں گے۔ اگر یہ سلسلہ ہو تو سلسلہ وار سب سے اچھا، اپنے سے کم تر، سب سے جھک کر ملے گا اور وہ اس سے حسن سلوک کرے گا۔ اس کی نعمت سے باقی خاندان کے لوگ بھی حصہ پائیں گے، اس کی رحمت اور شفقت کا باقی سب بھی مورد بنیں گے اور اس طرح یہ تعلقات نفرتوں اور حسد پر منتج ہونے کی بجائے آپس میں ایک دوسرے کے

ساتھ حسن واحسان کے سلوک پر منتج ہو جائیں گے۔

ایک اور حدیث ہے بخاری سے لی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں سخت باز پرس کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر دھوکہ بازی اور غداری کی۔

ایسی مثالیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں تو کوئی نہیں ملتیں میرے علم میں کبھی ایسی بات نہیں آئی کہ جماعت میں کسی نے خدا کے نام پر کسی کو پناہ دی ہو اور پھر اس سے دھوکہ بازی کی ہو لیکن جو جماعت کے دشمن مولوی ہیں ان میں بارہا ایسی مثالیں نظر آتی ہیں۔ ابھی دو تین دن پہلے بنگلہ دیش سے ایک فیکس ملی کہ ایک علاقے کے مولوی نے وہاں کے نو احمدیوں کو خدا کے نام پر وعدہ کر کے بلایا کہ آؤ ہم گفتگو کرتے ہیں، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور بڑے اچھے پاکیزہ ماحول میں گفتگو ہوگی مگر خدا کے نام کی پناہ دے کر پھر غنڈوں سے حملہ کروایا اور کئی تقریباً جان کنی کی حالت میں جا پہنچے۔ تو یہ وہ مضمون ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے میں قیامت کے روز سخت باز پرس کروں گا ان میں سے ایک وہ ہے جو میرے نام کی پناہ دے کر پھر دھوکہ کرے اور کسی کو یہ یقین دلا کر کہ اللہ کی امان میں آچکے ہو تمہیں کوئی خطرہ نہیں پھر اسے اپنے شر کا نشانہ بنائے اس کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا اور اس سے سختی کا سلوک کروں گا۔

پھر فرمایا دوسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی آزاد کو پکڑ کر دھوکہ بازی اور غداری کی اور اپنے فائدے کے لئے آگے بیچ دیا، اس کی قیمت کھا گیا۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں غلامی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ وہ غلامی کا تصور جس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے وہ خاص جنگ کی حالتوں کے نتیجے میں جنگی قیدیوں کو غلام کہا جاتا ہے اور تمام تر مضمون ان کے گرد گھوم رہا ہے لیکن کہیں اشارۃً بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ کوئی انسان کسی دوسرے آزاد انسان کو پکڑ کر اپنا غلام بنالے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ قومیں جو اسلام کے غلامی کے تصور پر طعنہ زن ہیں اور دنیا کو کہتی ہیں کہ اسلام نے غلامی کی تعلیم دی انہوں نے ایسی غلامی کی بنیادیں ڈالی ہیں اور اس قدر سنگین غلام بنانے کے جرائم ادا کئے ہیں کہ ساری دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ امریکہ جو کثرت کے ساتھ ایفروامیریکن سے بھرا ہوا ہے، یہ اس بات پر گواہ ہے کہ افریقہ

کے ملکوں سے مغربی قوموں نے دھوکہ دے دے کر لوگوں کو پکڑا اور بہت مدت تک نہایت خوفناک جیلوں میں ٹھونسا اور پھر وہاں سے پکڑ کر یہ ایسے حال میں امریکہ کے ساحل پر لے کے آئے کہ بڑی بھاری تعداد رستے میں گندی اور نا قابل برداشت حالتوں کے نتیجے میں مرجایا کرتی تھی۔

میں جب غانا گیا تھا تو وہاں جب ان کے صدر سے ملنے گیا تو ان کے اے ڈی کام نے مجھے محل میں وہ تہہ خانہ بھی دکھایا تھا جہاں کسی زمانے میں دھوکہ دے کر افریقن یعنی غانین افریقنوں کو پکڑ کر پہلے قید میں رکھا جاتا تھا اور پھر وہاں سے جہازوں پر لاد کر امریکہ پہنچایا جاتا تھا۔ ایسا خوفناک نظارہ تھا کہ اس کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں انسان کی بہیمانہ کیفیت کو دیکھ کر، اس کی بدحالت کو دیکھ کر۔ بتانے والوں نے بتایا کہ ایک ایک کمرے میں اتنے اتنے آدمی ٹھونس دیئے جاتے تھے کہ وہ بیٹھ نہیں سکتے تھے کیونکہ بیٹھنے کے لئے جو ملنے کی جگہ ہے وہ میسر نہیں ہوتی تھی اور ان کے لئے کوئی ٹائیلٹ کا انتظام نہیں ہوا کرتا تھا۔ اور خوراک، اس وجہ سے کبھی کبھی روٹی پھینک دیا کرتے تھے کہ یہ مر نہ جائیں یہ ہماری دولت ہے جو ضائع نہ ہو جائے۔ اور اس حالت میں کئی لوگ کھڑے کھڑے مر مر کر گرتے رہتے تھے یا پھنسے رہتے تھے اسی طرح۔ پھر جن جہازوں پر لادتے تھے ان میں ایسی کیفیت تھی جیسے ڈربوں میں ظالم لوگ مرغیاں ٹھونس دیتے ہیں اور ان کا بھی وہی حال تھا یعنی جو تاریخ میں نے پڑھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پچیس سے تیس فیصد تک زندہ آدمی امریکہ پہنچتے تھے باقی رستوں میں مرجاتے تھے اور ابھی یہ مہذب قومیں ہیں، یہ اسلام کی غلامی کے تصور پر ہنستی ہیں حالانکہ قرآن کریم کا مطالعہ کر کے دیکھیں اور اس تعلیم کو دیکھیں جو آنحضرت ﷺ نے غلاموں کے متعلق فرمائی تو ایک حیرت انگیز انسانی عظمت کا مظہر تعلیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں غلام بنانے کا رستہ تو کوئی نہیں بتایا گیا سوائے اس کے کہ جنگ ٹھونسی گئی ہو اور غلامی سے آزادی کے بے شمار دروازے کھولے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ حق بھی ہر غلام کو دے دیا کہ اگر تم جنگی غلام کے طور پر کسی کے ماتحت آئے ہو اور اس سے آزاد ہونا چاہتے ہو تو تمہارا بنیادی حق ہے، تم جتنی قیمت تمہاری طے ہو وہ وعدہ کرو اور اس کے نتیجے میں تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ پھر کماؤ اور اس قیمت کو ادا کرو اسے مکاتبت کہا جاتا ہے۔ کسی آزاد کو خود پکڑ کر غلام بنا لینا اور بیچنا اتنا مکروہ فعل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی کہ یہ دوسرا شخص جسے میں قیامت کے دن سختی سے دیکھوں گا اور سختی سے اس

کی باز پرس کروں گا وہ شخص ہوگا جو کسی آزاد بندے کو پکڑ کر غلام بنالے اور اس کی قیمت کھا جائے۔

تیسرا آدمی فرمایا وہ ہے جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اس سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کو طے شدہ مزدوری نہ دی۔ (بخاری کتاب البیوع حدیث نمبر: 2075) پہلی دوصورتوں میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت میں کوئی دور کا بھی ایسا امکان دکھائی نہیں دیتا کہ ان بدیوں میں ملوث ہو۔ لیکن مزدوری نہ دینے کا جو معاملہ ہے، یہ بہت سے باریک پہلو رکھتا ہے، بہت سے پردے رکھتا ہے۔ اور جن گھروں میں جن علاقوں میں خدمت گار رکھنے کا رواج ہے ان میں عموماً یہ دیکھا گیا ہے۔ عموماً نہیں تو یہ نظر ضرور آتا ہے کہ بعض لوگ اپنے گھر کے نوکروں سے ویسا سلوک نہیں کرتے جو ایک خدمت گار کا حق ہے اور اس کی تفصیل آنحضورؐ نے مختلف جگہوں پہ بیان فرمائی ہے۔ کچھ حصہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں مگر یہاں اب یہ منفی رنگ میں میں ذکر کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کسی سے کام لے اور اس کا حق ادا نہ کرے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ سلوک فرمائے گا کہ وہ تین نمایاں مجرم جن سے خدا نے سختی سے باز پرس کرنی ہے ان میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔

پس ظاہری طور پر اگر ایسا دکھائی نہ بھی دیتا ہو تو بعض دفعہ غفلت کی حالت میں بعض سلوک ایسے ہوتے ہیں جس سے ایک مزدور اپنے حق سے محروم رہ جاتا ہے۔ اس کے متعلق جماعت کو ہمیشہ متنبہ رہنا چاہئے گھر کے نوکر ہوں، جو رواج تو اب کم ہوتا جارہا ہے، یا تجارت میں نوکر ہوں ان سب سے ایسا حسن سلوک ہونا چاہئے کہ کوئی شائبہ بھی اس بات کا نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کو ناراضگی کی نظر سے دیکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت ہے جو بخاری سے لی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے، پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے یعنی اپنے نفس کو پچھاڑ دے۔'' (بخاری کتاب الادب حدیث: 5649)

اور یہ وہ نصیحت ہے جس پر توجہ نہ دینے کے نتیجے میں بہت بڑے بڑے دردناک واقعات پیدا ہوتے ہیں اور بہت سے جھگڑے ایسی شکل اختیار کر جاتے ہیں جن کے نتیجے میں خاندان دکھوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لمبی مصیبتیں پیچھا کرتی ہیں، کئی خاندانوں کو مدتوں جیلوں میں وقت گزارنے پڑتے ہیں، بہت ہی بدحالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک اس نصیحت کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں کہ ایک

انسان غصے کے وقت قابو نہ پا سکے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلے میں جو نصیحت فرمائی ہے تفصیلی ہدایت دی ہے وہ یہ ہے کہ غصہ آئے تو ایک گھونٹ پانی کا بھر لیا کرو اس سے کچھ تھوڑی سے ٹھنڈ پڑتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جایا کرو کیونکہ غصے کے نتیجے میں انسانی مزاج اچھلتا ہے اور بیٹھا ہوا آدمی اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہ اس کے برعکس صورت ہے۔ کھڑے ہوئے کو بٹھائے تو غصہ بھی ساتھ جھاگ کی طرح بیٹھتا ہے اور اگر بیٹھے ہوئے ہو تو لیٹ جاؤ۔ لیکن غصے پر قابو پانا ہے ورنہ غصے کی حالت میں انسان ایک دفعہ مغلوب ہو جائے تو پھر اس سے دیوانوں کی طرح بعض حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جس پر وہ ہمیشہ پچھتاتا ہے اور پھر بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ پہلوان تو وہ ہے کہ جب غصہ اس پر قبضہ کر رہا ہو اس وقت وہ غصے کو پچھاڑ دے بجائے اس کے کہ کسی اور کو گرادے۔

اب ترمذی سے ایک حدیث لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس روایت کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس سے بیہودہ تحقیر آمیز مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کرسکو یعنی جھوٹے وعدے نہ کیا کرو۔ (ترمذی)

اس میں پہلی بات یہ فرمائی بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو۔ تو ہر وہ شخص جو ایسی بات کرتا ہے جس کے نتیجے میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے وہ طرح ڈالنے والا ہے۔ پھر اگلا شخص اگر ضبط نہ کر سکے تو معاملہ لمبا ہو جاتا ہے پھر بعض دفعہ دونوں طرف سے زیادتیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ تو برائی کا آغاز کرنے والا بہت زیادہ ذمہ دار ہے۔ اور وہ طرح کس طرح ڈالی جاتی ہے اس کے متعلق آگے میں بعض احادیث آپ کے سامنے رکھوں گا اس سے تفصیلی طور پر آپ متنبہ رہیں گے کہ کیا کیا باتیں ہمیں نہیں کرنی چاہئیں اور کیا کیا باتیں کرنی چاہئیں جن کے نتیجے میں جھگڑوں کا قلع قمع ہو سکے۔ ایک دو باتیں آپؐ نے خود اس میں بیان فرمادی ہیں۔ فرمایا بے ہودہ تحقیر آمیز مذاق نہ کیا کرو اور یہ وہ بیماری ہے جو انسانوں میں کثرت سے ملتی ہے خصوصیت سے انفرادی سطح پر مشرقی قوموں میں اور وہ علاقہ جس کا نام ہندوستان ہے یعنی جس میں ہندو پاکستان دونوں شامل ہیں اس علاقے میں تو یہ بیماری بہت کثرت سے ملتی ہے اور مغربی قوموں میں قومیت کے حساب سے جس کو آپ ریس ازم کہتے ہیں اس کے مادے کے طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ باشعور لوگ مغربی قوموں میں اس کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں لیکن ان کو خود خطرے دکھائی دے رہے ہیں کہ بدلتے ہوئے سیاسی

حالات میں بعید نہیں کہ ریس ازم دوبارہ سر اٹھالے اور دوبارہ کئی قسم کے فتنے پیدا کر سکے۔ بہر حال قومی تحقیر ہو یا انفرادی تحقیر یہ دونوں باتیں مہلک ہیں اور ان کے نتیجے میں لازمًا جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ پس فرمایا کہ جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور اس کی بنیادی وجہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جھگڑوں کا آغاز بسا اوقات تحقیر سے ہوتا ہے۔ اس سے پہلے میں حدیث یہ پیش کر چکا ہوں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نیچے دیکھا کرو اوپر نہ دیکھو جو شخص نیچے تحقیر سے دیکھتا ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ اوپر نہ دیکھے۔ وہ اوپر حسد سے ضرور دیکھتا ہے۔ اس لئے بات میں دوبارہ کھول رہا ہوں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ نیچے دیکھو محبت اور شفقت سے دیکھو اور اگر ایسا نہیں کرو گے اور تحقیر سے دیکھو گے تو جھگڑوں کی بنیاد ڈالنے والے ہو گے۔ پس انفرادی طور پر ہم نے دیکھا ہے مجالس میں بعض لوگوں کو عادت ہے کسی شخص میں بے چارے میں کوئی نقص ہے، کوئی گنگنی آواز سے بولتا ہے یا اور کوئی جسمانی نقص پیدا ہو گیا ہے تو کئی لوگ اس کے نام رکھتے ہیں اس کو چھیڑتے ہیں اور اس طرح تنگ کرتے ہیں۔ ایسا شخص دل میں کڑھتا رہتا ہے اگر وہ غریب اور مجبور ہو تو کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن دل میں انتقام کا جذبہ ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ جذبے پلیں اور سوسائٹی میں زیادہ ہو جائیں، بعض دفعہ ایک دفعہ کمزور آدمی بھی پھر اٹھ کے انتقام کی سوچتا ہے، اگر چھرا ہاتھ میں آتا ہے تو چھرا لے کر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ کئی ایسے واقعات جھگڑوں کی صورت میں میرے سامنے آئے ہیں یا محض اس سے آغاز ہوا کہ کسی کو چھیڑا ہے اور بار بار اتنا چھیڑا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ شخص اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکا۔

پس آنحضرت ﷺ کی نصائح میں بہت گہری حکمتیں ہیں اور تمام معاشرے کے آزار ان نصائح پر عمل کرنے سے دور ہو سکتے ہیں۔ فرمایا بے ہودہ مذاق، تحقیر آمیز مذاق بالکل نہ کیا کرو۔ اپنے بھائی سے، یہ بدتمیزی ہے ناشکری ہے اللہ تعالیٰ کی اور تمہارے اپنے اندر تمہارے تعلقات میں یہ زہر گھولنے والی بات ہے۔

پھر فرمایا کسی سے ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ کر سکو۔ اب یہ ایک ایسی بات ہے جس کے نتیجے میں کئی قسم کے تعلقات میں رخنے پڑتے ہیں۔ لیکن بظاہر یہ ایک معمولی ایسی بات ہے جس کی ہم آپس میں ایک دوسرے سے توقع نہیں رکھتے۔ آپ کہتے ہوں گے کہ یہ نصیحت مسلمانوں کو کیوں کی گئی ہے کہ ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ کر سکو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہر گھر میں ایسے وعدے ہوتے ہیں جسے پورا نہیں کیا جاتا ایسے وعدے ہوتے ہیں جنہیں اس نیت سے کیا جاتا ہے کہ پورا کرنا ہی نہیں ہے مائیں وعدے

کرتی ہیں اپنے بچوں سے وہ رو رہے ہیں وہ کسی چیز کے لئے ضد کر رہے ہیں اور وہ ضرور وعدہ کر دیتی ہیں کہ ہاں میں تمہیں یہ چیز لے دوں گی لیکن جانتی ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور میں نہیں کروں گی ایسا۔ خاوند ایسے ہیں جو بیویوں سے وعدے کر دیتے ہیں۔ وہ مطالبے کرتی ہیں کہ ہاں ہاں یہ کام ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا اور یہ وعدے روزمرہ ہماری زندگی کا حصہ ہیں اس لئے بات کو اجنبی نہ سمجھیں کہ شاید ہی کوئی ایسا انسان ہوگا جو جان بوجھ کر وعدہ کرے جو اس نے پورا نہیں کرنا۔ اکثر ہم میں سے ایسے ہیں جو کم سطح پر سہی، محدود دائرے میں سہی، مگر وعدے ضرور کرتے ہیں جنہیں پورا کرنے کی نیت نہیں ہوتی اور اس کے نتیجے میں آئندہ جھوٹے وعدے کرنے والی قوم اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ بچے جن کے گھروں میں یہ بات ہو رہی ہو وہ بڑے ہو کر انہی باتوں پر اپنی روزمرہ کی زندگی میں عمل کرنے لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آسان طریقہ مصیبت سے چھوٹنے کا یہ ہے کہ وعدہ کرو اور پھر اسے بے شک پورا نہ کرو۔

پس آنحضرت ﷺ کی ہر نصیحت بہت ہی گہری ہے اور ہماری زندگیاں سنوارنے کے لئے ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے نظر انداز کیا جا سکے۔ جہاں آپ نظر انداز کریں گے وہاں ہماری زندگیوں کے اطوار بگڑ جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ اس کے لئے کفر بن جاتی ہیں۔ یعنی جس شخص میں پائی جائیں خواہ وہ خدا کا منکر نہ ہو تب بھی اس کی ذات میں کفر کی گواہ بن جاتی ہیں۔ کیونکہ ایسا شخص بنیادی طور پر کفر کی کوئی آمیزش اپنے اندر ضرور رکھتا ہے ورنہ اس میں یہ دو باتیں نہ پائی جائیں۔ ایک یہ کہ کسی کے حسب و نسب اور خاندان پر طعن کرے۔ اب جو جھگڑے ہیں ان میں خاندانی جھگڑے بہت سے ایسے ہیں جن کا اس بات سے تعلق ہے۔ کفر کا کیا اس سے تعلق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ شخص جو یہ یقین نہ کرے کہ جو کچھ ہے خدا کی عطا ہے اور یہ سمجھتا ہو کہ ہم اپنی ذات میں بڑے ہیں یہ کفر بھی ہے اور تکبر بھی ہے اور دراصل تکبر کی بعض قسمیں کفر کہلاتی ہیں۔ پس ان معنوں میں آنحضرت ﷺ نے اس کو کفر قرار دیا اور کفر ہی ہے کوئی شخص اپنے خاندان کو بڑا سمجھے دوسرے کے خاندان کی طعنہ آمیزی کرے تو یہ بات بیرونی طور پر جھگڑوں میں منتج ہوتی ہے مگر اگر گھروں میں پائی جائے تو گھر ہمیشہ کے لئے اجڑ جاتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ یہ ایسی بیماری ہے جو آئے دن میرے سامنے آتی رہتی ہے

ایسی شکائتیں ملتی ہیں۔ بعض عورتیں ہیں وہ اپنے خاوند کو ہمیشہ یہ طعنہ دیتی رہتی ہیں کہ میں تو اپنے گھر میں ایسی تھی، ہمارا گھر تو ایسا بلند مرتبہ تھا، ہم تو اس طرح لوگوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور مہمان نوازیاں کیا کرتے تھے، ہم نے تو کبھی کسی کا احسان نہیں لیا، تم لوگ پتا نہیں کس کمینے خاندان سے آئے ہو جو زیر احسان لوگوں کے نیچے جھکنے والے اور سر جھکانے والے، ہم ایسے نہیں ہیں۔ ایسی ہی بعض عورتیں اپنی زندگی اجاڑ دیتی ہیں۔ بعض باغیرت مرد برداشت نہیں کر سکتے وہ کہتے ہیں اچھا پھر جیسے معزز خاندان سے آئی ہو اسی معزز خاندان میں واپس چلی جاؤ، مجھ ذلیل آدمی سے شادی کیوں کی تھی اور بعض لوگ بے چارے دب جاتے ہیں اور بالکل سر نہیں اٹھا سکتے۔ ان کا گھر تو قائم رہتا ہے لیکن معاشرے میں وہ ذلیل ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسی بیوی کے تابع جو مرد آ جائے جو کمینی باتیں کرے اس کا شوہر بھی کمینی باتیں کرتا ہے باہر اور اپنے دوستوں اور اردگرد کے ماحول میں تعلقات کے دائروں میں اس شخص کا مرتبہ گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو بعض لوگ زن مرید کہتے ہیں۔ زن مرید کا محاورہ عام طور پر تو اچھا نہیں مگر بعض دفعہ درست ہے اگر بد عورت ہو، بدیوں کی طرف بلانے والی ہو، غلط تکبر میں اور نخوت میں مبتلا ہو ایسی عورت کا مرید خاوند حقیقت میں زن مرید کہلا سکتا ہے یعنی برے معنوں میں یہ لفظ اس پر چسپاں ہوتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس مرد بھی ہیں جو عورتوں کو طعنے دیتے ہیں اپنی بیویوں کو دیتے ہیں اور ان کے طعنے عجیب وغریب قسم کے ہیں جن کو جب میں پڑھتا ہوں بعض دفعہ تو طبیعت متلانے لگتی ہے کہ تم کس گھر سے آئی ہو، تمہارا تو جہیز ہی ایسا تھوڑا تھا، ایسے غریب گھر کی توفیق ہی نہیں تمہیں ملی فلاں کا اتنا بڑا جہیز آیا، فلاں نے یہ چیز دی تم لوگ تو بڑے کمینے لوگ ہو، میں گیا تو مجھے ایک جوڑا دیا وہ بھی شاید پرانا تھا۔ ایسی گھٹیا ذلیل باتیں بعض مرد اپنی بیویوں سے کرتے ہیں اور بیویاں ان کی روتی ہیں مجھے خط لکھتی ہیں بعض دفعہ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ طلاق کے مسائل ایسے موقعوں کے لئے ہیں۔ ایسے شخص کے ساتھ زندگی بسر کرنا جس کی ساری زندگی ایک عذاب میں مبتلا رہے صرف قربانی نہیں ہے بلکہ معاشرے پر ظلم ہے، اپنی اولاد پر ظلم ہے کیونکہ ایسے بچے جو ایسے ماحول میں پیدا ہوں اور ایسے ماحول میں پرورش پائیں ان کی تربیت ضرور بگڑتی ہے، کبھی بھی صحیح متوازن تربیت والے بچے ایسے گھر میں نہیں پیدا ہو سکتے تو خواہ عورت کا قصور ہو خواہ مرد کا قصور ہو جہاں حسب ونسب کے طعنے دیئے جائیں، جہاں دولت یا دولت کے فقدان کے طعنے ہوں۔ طعنہ زنی ویسے ہی بہت بے ہودہ چیز ہے مگر جن باتوں میں حضرت رسول اللہ ﷺ

نے توجہ دلائی ان میں اگر طعنہ زنی سے کام لیا جائے تو گھر اجڑتے ہیں قوموں کے مزاج بگڑ جایا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو کفر فرمایا ہے۔ فرمایا ایسا شخص خود خدا بنتا ہے خدا کا بندہ اطاعت شعار جو جانتا ہو کہ میرا ایک مالک ہے جو مجھ سے سوال کرے گا وہ کبھی ایسی کمینی حرکتیں نہیں کرسکتا۔

دوسری چیز جسے کفر قرار دیا گیا وہ میت پر نوحہ کرنا ہے (مسلم کتاب الایمان حدیث:100)۔ اب ہمارے روزمرہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں لوگوں کے عزیز فوت ہوتے ہیں، حادثات میں گزر جاتے ہیں۔ کئی مائیں ایسی ہیں بے چاری جن کا ایک ہی جوان بیٹا کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بے صبری کر کے نوحہ کرنا یہ وہ بات ہے جسے آنحضرت ﷺ نے کفر قرار دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر نعمت اللہ سے ملتی ہے اور مالک وہ ہے۔ اس سے یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا تو نے کیوں بلا لیا۔ یا میرے خاوند کو جوانی میں مجھ سے کیوں جدا کر دیا اور پھر اس بات پر اگر نظر رکھی جائے کہ جس مالک نے اس ابتلاء میں ڈالا ہے وہ مالک یہ استطاعت رکھتا ہے اور قدرت رکھتا ہے کہ اس عارضی زندگی کے بعد اتنا عطا کرے کہ جو کچھ کھویا گیا ہے اس پر جو کھوئے جانے کے احساس کا غم ہے وہ بعد میں شرمندگی پیدا کرنے کا موجب بن جائے۔ یا مرنے کے بعد ہی نہیں اس دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان اگر کچھ کھو دیتا ہے اور اللہ کی خاطر صبر و رضا اختیار کرتا ہے تو اس کے بعد خدا تعالیٰ ضروری نہیں کہ فوراً آمنے سامنے لین دین کی طرح اسے فوراً کچھ دے دے مگر ایسے صبر کرنے والوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ان کی زندگیاں ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اتنی بہتر ہو جاتی ہیں کہ اپنی پہلی حالت جس پر وہ روتے ہیں وہ اس کے سامنے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتی بالکل معمولی چیز ہے لگتا ہے جیسے ضائع ہوئی۔ مگر اگر خدا اس دنیا میں نہ بھی دے تو وہ خدا اس دنیا کا بھی ہے اور دنیا کے بعد کی زندگی کا بھی خدا ہے دنیا کے بعد کی زندگی کے مقابل پر یہ زندگی بہت ہی چھوٹی اور بے معنی ہے۔ عارضی ایک مقام ہے جو اسے ہمیشہ کا ٹھکانہ سمجھ لے اس کے اندر ناشکری پیدا ہوتی ہے۔ جو یہ سمجھے کہ یہ عارضی ہے اور مجھے خدا کے حضور پہنچنا ہے، سب نے وہیں جانا ہے اس کے دل میں ایک حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور وہ زیادہ ہمت کے ساتھ صدموں کو برداشت کرسکتا ہے۔ پس جتنا خدا پر یقین کم ہوا تنا ہی انسان واویلا کرتا ہے۔ یہ ایک طبعی بات ہے۔ ایسے خاندان مجھے ملتے رہتے ہیں ابھی کینیڈا کے اس عارضی دورے پر بھی ایک خاندان سے میری ملاقات ہوئی جن میں ایک ماں کا بچہ بہت ہی پیارا، جوان بیٹا ہاتھ سے جاتا رہا اور

وہ سارا خاندان بہت ہی غم زدہ، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اب ان کی زندگی میں کوئی خوشی نہیں آئے گی۔ ان کو میں نے سمجھایا، ان کو میں نے بتایا کہ دیکھو خدا والوں اور بے خداؤں میں ایک فرق ہوا کرتا ہے اگر تم نے اسی طرح رہنا ہے جس طرح بے خدا لوگ کرتے ہیں تو جو ہاتھ سے جا چکا ہے جتنا مرضی روؤ، پیٹو وہ واپس کبھی نہیں آئے گا۔ ناممکن ہے کہ تمہارے نوحے، تمہارے غم، تمہارے واویلے، تمہارے شکوے کھوئے ہوئے کو واپس لے آئیں لیکن جو ہے جو تمہارا تھا یعنی خدا، وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ تو کتنی بڑی بے وقوفی ہے کہ ایک ادنیٰ چیز کو چھوڑ کر اس سے اعلیٰ چیز کو بھی انسان ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔ ایک چیز ضائع ہوئی تو ہوئی جو اعلیٰ چیز ہے اس کو کیوں گنوائے؟

ایک بے وقوف کا لطیفہ آپ لوگ سنتے ہیں ایک پیالی لے کر تیل لینے گیا پیسے ذرا زیادہ دے بیٹھا اور اس پیالی میں جو تیل کی قیمت کا جتنا تیل آتا تھا اس سے زیادہ تیل خرید لیا جب وہ پیالی بھر گئی تو بیچنے والے نے پوچھا کہ میں باقی تیل کہاں ڈالوں۔ تو اس نے پیالی الٹا دی کہ پیچھے جو کپّی چھوٹی سی ہے اس میں ڈال دو۔ اس نے کہا ہیں ہیں تم نے تو اپنا پہلا تیل بھی ضائع کر دیا۔ اس نے فوراً سیدھی کر لی اور جو کپی میں ڈالا تھا وہ بھی گیا۔ یہ لطیفہ ہے لیکن ہماری زندگیوں میں صادق آتا ہے۔ ہم جب بھی کوئی نقصان اٹھاتے ہیں اور واویلا کرتے ہیں اور صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں تو دراصل اپنے خدا سے شکوہ کر رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے کیا کر دیا گویا ہم سے تیرا سلوک ظالمانہ ہے۔ ہمارا تجھ پر گویا یہ حق تھا کہ تو ہم سے ہمیشہ خدمت گاروں کی طرح سلوک کرے اور ہم سے دی ہوئی چیز کبھی واپس نہ لے، یہ جو سلوک ہے یہ کفر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بہت پیارا بیٹا مبارک احمد جب بچپن میں فوت ہوا تو آپ نے شعر لکھے تھے جو مزار پر کندہ کروائے گئے بعد میں، ان میں ایک یہ تھا کہ:

ع　بلانے والا سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر　(درثمین: 100)

کہ بہت پیارا پاک خُو بیٹا تھا لیکن میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں کہ جس نے بلایا ہے وہ سب سے زیادہ پیارا تھا۔ تو بڑی ہی بے وقوفی کا سودا ہوتا ہے کہ انسان اس چیز کو جو ادنیٰ ہے اس کو تو کھو بیٹھا ہے اس کی خاطر، اس کو لینے کی تمنا میں اعلیٰ کو کھو بیٹھے اور وہ بھی نہ ملے۔ اب یہ پیالی والی مثال اور تیل والی مثال اس پہ صادق آتی ہے مگر اس سے بہت زیادہ بڑی بے وقوفی ہے۔ پیسے دو پیسے تیل کا کیا فرق

پڑتا ہے، مگر انسان آزمائش میں پڑ کے اپنے خدا کو کھو دے یہ بہت ہی بُرا سودا ہے اور پھر بے کار سودا، بے معنی اور لغو کیونکہ اگر آپ روئیں پیٹیں، تب بھی آپ کا کھویا ہوا عزیز آپ کو نہیں ملے گا۔ نہ روئیں پیٹیں، تب بھی نہیں ملے گا تو آپ کے لئے تو چارہ کوئی نہیں ہے۔ اختیار ہو تو انسان کوشش کرے اختیار ہی کوئی نہیں ہے اس لئے محض گناہ بےلذت اور بے وقوفی ہے ایسے موقع پر جب انسان کچھ کھو دے خواہ وہ پورا وجود جاتا رہے یا کسی ایک عضو کا نقصان پہنچے، خدا کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے عرض کرے کہ جو کچھ ہے تیرا ہے تو نے جتنا چاہا لے لیا۔

ع بلانے والا سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

تو ایسے بندے خدا کو عزیز تر ہو جاتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس رہتا ہے اس کو بہت برکت دی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو سلوک فرمایا ہے وہ ایک زندہ مثال ہے۔ کیا آپ نے خدا کی خاطر قربانیاں کیں۔ ظاہر میں تو کچھ بھی نہیں تھیں۔ فرماتے ہیں، میں بچپن میں جو روٹی مجھے ملا کرتی تھی اپنے غریب بھائیوں میں بانٹ دیا کرتا تھا۔ بعض دفعہ چنے کھا کر گزارہ کر لیتا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ گھر کی بچی ہوئی روٹیاں مجھے ملا کرتی تھیں وہ کیا چیز تھی جو قربان کی گئی چند روٹیاں ہی تھیں نا۔ لیکن جتنا اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور جماعت کو پھر عطا فرمایا ہے اس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی کہ اتنے بڑے فضل، اتنی جلدی جلدی اللہ تعالیٰ کسی بندے کی معمولی قربانیوں پر نظر ڈال کر فرمائے۔ معمولی قربانیاں ظاہر کے لحاظ سے لیکن اصل قربانی جذبے کی وجہ سے عظمت پاتی ہے۔

ایک انسان بعض دفعہ ایک لاکھ روپیہ، ایک لاکھ پاؤنڈ یا دس لاکھ ڈالر بھی دے سکتا ہے اور ایک آدمی دس ڈالر بھی چندہ دے دیتا ہے، ہم اپنی نظر سے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اس نے بہت بڑا کام کیا ہے اس نے بہت چھوٹا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے تو وہ اس کے پیچھے جو دل کے جذبے ہیں ان پر نظر رکھتا ہے اس لئے وہ قربانیاں جو خدا کی نظر میں مقبول ہوں وہی ہوتی ہیں جن کے پیچھے اللہ سے محبت کے اور انکساری کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں اور قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دنیا کی نظر میں وہ آتی ہیں کہ نہیں آتیں۔ پس خدا کے حضور ثابت قدم رہنا ایک بہت بڑی نعمت اور اس کا فقدان کفر ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے بہت ہی عظیم نصیحت فرمائی ہے کہ وہ لوگ جو نوحے کرتے

ہیں۔نوحے سے مراد ویسے غم تو ہوتا ہی ہے خود آنحضرت ﷺ بھی اپنے بچے کے وصال پر رو پڑے تھے۔آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔اس کو نوحہ کرنا نہیں کہتے وہ اور چیز ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیا ہے؟ لیکن نوحہ سے مراد یہ ہے کہ پیٹنا اور واویلا کرنا، لے گیا سب کچھ خدا، کچھ بھی نہیں چھوڑا، ہم مارے گئے برباد ہو گئے، یہ وہ کیفیت ہے جو کفر ہے۔پس جماعت کو ہمیشہ مصائب اور تکلیفوں پر صبر سیکھنا چاہئے اور اگر یہ صبر اللہ کی رضا کی خاطر کریں گے تو وہ اس سے بہت زیادہ عطا کرتا ہے جو آپ نے کھویا اور جس پر آپ نے صبر کیا۔ جہاں تک طبعی غم کا تعلق ہے اس سے تو اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا وہ ایسا غم نہیں ہونا چاہئے جو آپ کے اور اللہ کے تعلقات کی راہ میں حائل ہو جائے بلکہ ان تعلقات کو بڑھانے کا موجب ہونا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ جب اپنے بیٹے کو لحد میں اتار رہے تھے تو آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس وقت کسی نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ اور روتے ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ اللہ کی رحمت ہے دل کی نرمی خدا کا احسان ہے اگر تجھے یہ نرمی نصیب نہیں تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ (بخاری کتاب الجنائز حدیث نمبر:1220) پس غم ہونا اور دل کا دکھنا یہ کفر نہیں ہے لیکن اس غم کو کیسے آپ سنبھالتے ہیں اس سے کیا سلوک کرتے ہیں اس کے نتیجے میں آپ اللہ سے دور چلے جاتے ہیں یا اللہ کے قریب آ جاتے ہیں یہ وہ امر ہے جو اس وقت زیر نظر ہے۔پس جو شخص ایسے نوحے کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کا غم سب سے پیارے وجود کو بھی اس کے ہاتھ سے گنوا دیتا ہے یعنی اللہ اس سے دور چلا جاتا ہے اس کا سودا بہت نقصان کا سودا ہے۔

اب وقت چونکہ ہو چکا ہے اور یہ مضمون ابھی کافی باقی ہے انشاءاللہ تعالیٰ باقی آئندہ خطبے میں جب بھی موقع ملے گا بیان کروں گا۔‘‘

خطبہ ثانیہ کے بعد اقامت صلوٰۃ سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب خطبہ ختم ہوا ہے وفات کے صدموں کا ذکر چل رہا تھا جماعت کے بعض بہت ہی مخلص، فدائی، بے لوث کارکن ایسے ہیں وقتاً فوقتاً اللہ انہیں بلاتا رہتا ہے۔ حال ہی میں ہمیں چودھری محمد عیسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ کے وصال کا صدمہ پہنچا ہے۔ایک لمبا عرصہ تک ہم اکٹھے پڑھتے رہے ہیں اور ایک لمبے عرصے تک انہوں نے انگلستان میں میرے ساتھ خدمت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ بہت ہی

بے لوث اور فدائی مخلص کارکن تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ابھی نماز جمعہ کے بعد نماز عصر جمع ہوگی پھر اس کے بعد جو جنازے ہوں گے ان میں چودھری محمد عیسیٰ صاحب کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔

ایک اور سلسلہ کے معروف خاندان کے فرد جو خود بھی بہت مخلص اور فدائی تھے سید محمد سرور شاہ صاحب۔ انگلستان کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن لاہور گئے تھے وہاں ان کی وفات ہوئی ہے۔ ایک قاضی بشیر احمد صاحب آف ساہیوال جو ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب امیر جماعت لاس اینجلس کے ماموں تھے اور جماعت کے ساتھ ہمیشہ اخلاص کا تعلق رکھا ان کا وصال ہوا۔

ایک حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے صاحبزادے یوسف احمد الہ دین صاحب کے وصال کی اطلاع ملی ہے حیدر آباد دکن سے اور ایک مکرمہ سلیمہ اوصاف علی صاحبہ بنت حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر کا وصال ہوا ہے ان سب کی نماز جنازہ انشاء اللہ نماز جمعہ اور عصر کے معاً بعد ہوگی اب صف بندی کر لیجئے۔